شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

مجلس ادارت

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی

مدیر: محمد عباس شاد

بانی: حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد** رائے پوریؒ مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مدیر اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا **مفتی عبدالخالق آزاد** رائے پوری جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

اپریل 2019ء / رجبُ المرجب، شعبانُ المعظم 1440ھ جلد نمبر 11 ، شمارہ نمبر 4 - قیمت: 20 روپے سالانہ ممبرشپ: 200 روپے تین سالہ ممبرشپ: 500 روپے

ترتیبِ مضامین

- قرآنی تعلیمات پر شک کرنے والوں کو چیلنج
- صاحبِ بصیرت علما کا مقام
- حضرت ابوسعید خدری انصاریؓ
- یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
- ارتفاقِ دوم؛ معاشی معاملات
- دورِ عالمگیری میں ایک بہروپیے کی ایمان داری
- جنگ کی معیشت
- 2019ء کے بھارتی انتخابات اور عالمی سیاست
- اجتماعی معاہدات؛ معاشروں کی تشکیل کی بنیاد
- انسانی معاشرے میں فتنہ پھیلانا بڑا جرم
- سامراجی ملکوں کا گھناؤنا کردار
- عقل و شعور سے کام لینا ضروری ہے
- ابوالحسن حضرت مولانا سیّد تاج محمود امروٹیؒ
- حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن مدظلہٗ کے لیے خراجِ تحسین
- روحانی تربیتی اجتماعِ رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ
- دینی مسائل

ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا **شاہ عبدالقادر** رائے پوری قدس سرہ

مسند نشینِ ثانی خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

کسی نے ذکر کے آثار کے متعلق دریافت کیا۔ فرمایا:

”یہی کہ فضول خوش گپیوں اور اللہ کے ذکر کے سوا اور چیزوں سے جی چھوٹ کر ذکر میں لگنے لگے۔ ذکر کے بعد اگر اللہ نے اس صاحبِ نسبت سے جو ذاکر ہے، کوئی (اجتماعی یا اصلاحی) کام لینا ہوتا ہے تو طبیعت میں اس کے لیے میلان یا الہام وغیرہ ہوجاتا ہے۔ ورنہ ذاکر تلاوت یا اور کسی عبادت میں لگے رہتے ہیں۔ دراصل وہی وقت تبلیغ کا ہوتا ہے۔ جب اللہ ذکر سے لوٹا کر ادھر کو میلان ڈالے یا الہام فرمائے، جیسے حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ یا اَور (دوسرے اہل اللہ) حضرات کو حکم فرمایا۔ یا (اُن کے دل میں کسی کام کا) میلان ڈالا تو انھوں نے جم کر کام کیا اور لوگ ان سے فیض یاب ہوئے۔“

(مجلس: ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۷۰ھ / 17 جون 1951ء، بروز: اتوار۔ مقام: رائے پور)

(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص 417، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئنز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
0092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

رقومات کی ترسیل بنام ”ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ ٹرسٹ لاہور“ اکاؤنٹ نمبر **0010030341820010** **الائیڈ بینک** مزنگ چونگی برانچ لاہور، برانچ کوڈ **0533**

تفسیر: شیخ التفسیر مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

قرآنی تعلیمات پر شک کرنے والوں کو چیلنج

وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ ۖ وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۞ فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوۡا النَّارَ الَّتِىۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ ۖۚ اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ ۞ (23-24:2)

(اور اگر تم شک میں ہو اُس کلام سے، جو اُتارا ہم نے اپنے بندے پر، تو لے آؤ ایک سورت اس جیسی، اور بلاؤ اُس کو جو تمھارا مددگار ہو، اللہ کے سوا، اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر ایسا نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے، تو پھر بچو اُس آگ سے، جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، تیار کی ہوئی ہے کافروں کے واسطے۔)

شروع سورت میں کہا گیا تھا کہ قرآن حکیم اور اس کی تعلیمات میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہی اس کتاب کو انسانوں کی ہدایت کے لیے نازل کیا ہے۔ پھر اس تعلیم کے اثرات ونتائج بتائے گئے کہ اللہ پر ایمان رکھنے والے متقین کامیاب ہوئے۔ کافر اور منافق جماعتیں ناکام اور گمراہ ہوئیں۔ ان نتائج کو سامنے رکھتے ہوئے تمام انسانوں کو قرآنی تعلیم کے سچے پیغام کی دعوت دی گئی کہ وہ صرف اُسی اللہ کی عبادت کریں۔ اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ قرآنی تعلیم پر عمل کر کے مسلمان جماعت نے کامیاب نتائج حاصل کیے ہیں۔ اس کے بعد بھی اگر کسی کو قرآنی فکر وعمل پر شک وشبہ ہے تو انھیں چیلنج ہے کہ اس جیسا اسلوبِ بیان اور فکر وعمل پیش کریں۔

وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا: اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس دور کے انسانی احوال اور تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے خاص بندے پر ایک جامع فکر وعمل کی صورت میں کتابِ مقدس نازل کی ہے۔ یہ ایسی تعلیمات ہیں کہ جن پر عمل کر کے مدینہ منورہ میں ایک سچی مسلمان جماعت 'ریاستِ مدینہ کی صورت میں تمام انسانوں کی ترقی اور فلاح و بہبود کا ایک اعلیٰ نمونہ قائم کر چکی ہے۔ انسان کی ترقی اور کامیابی ایک صحیح فکر و عمل پر پختہ یقین سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ کسی صحیح اور سچے فکر وعمل میں شکوک وشبہات کا پیدا ہو جانا انسان کی علمی اور عملی استعداد کو مفلوج کر کے رکھ دیتا ہے۔ بالخصوص ایسی تعلیمات اور فکر وعمل کے بارے میں شک کرنا، جن پر چل کر انسانیت ترقی کے راستے پر گامزن ہو چکی ہو، انسانی زندگی کے لیے تباہ کن ہوتا ہے۔

فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ ۖ وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۞: قرآن حکیم کی تعلیمات کے یقینی نتائج پر اگر کچھ لوگ شکوک وشبہات کا اظہار کر رہے ہیں تو اُن پر لازم ہے کہ انسانی سوسائٹی کی ترقی کے لیے کوئی دوسرا ایسا یقینی اور قطعی پروگرام پیش کریں، جو انسانوں کی فلاح کا ضامن ہو۔ وہ قرآن حکیم کی کوئی سی سورت لے لیں، اس میں انسانی مسائل کے حل کرنے کے لیے ایک مکمل اور مربوط نظامِ فکر وعمل اور اصولی قوانین بیان کیے گئے ہیں، اس جیسی کوئی سورت لے کر آئیں، جو ایسے ہی یقینی اور قطعی نتائج کی حامل ہو۔

یہ چیلنج قرآنی زبان و بیان اور فصاحت و بلاغت کے حوالے سے بھی ہے اور قرآن حکیم کے مضامینِ عالیہ اور جامع نظامِ فکر و عمل کے حوالے سے بھی ہے۔ عربوں میں بڑے بڑے فصحا، بلغا اور شعرا موجود ہیں، وہ قرآنی فصاحت و بلاغت کی طرح عمدہ انداز و اُسلوب اور زبان و بیان کے ساتھ انسانی سوسائٹی کے مسائل حل کرنے کے مکمل پروگرام پر مشتمل کوئی سورت لا کر دکھائیں۔ اور دیگر غیر عرب اقوام کے لیے یہ چیلنج ہے کہ قرآنی تعلیم کی طرح انسانیت کی ترقی کا جامع پروگرام اور نظامِ فکر وعمل پیش کریں۔ اس سلسلے میں اللہ کے سوا تم جن جھوٹے خداؤں کو اپنا مددگار سمجھتے ہو، انھیں بھی بلا لو اور سب مل کر قرآن حکیم جیسا کلام اور جامع پروگرام پیش کرنے کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لاؤ۔ سچائی کا تقاضا یہ ہے کہ اوّل تو قرآن حکیم کی ان یقینی تعلیمات کو تسلیم کرو، ورنہ اس کے متبادل کوئی یقینی اور قطعی نظامِ فکر وعمل پیش کرو۔ جب کوئی انسان مسائل کے حل کا کوئی متبادل نظامِ فکر وعمل پیش نہ کرے اور قطعی سچی تعلیمات کو بھی قبول نہ کرے تو اس کے لیے اس سے بڑھ کر اَور ناکامی کیا ہوگی!؟

فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوۡا النَّارَ الَّتِىۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ ۖۚ: شکوک و شبہات پیدا کرنے والے ان لوگوں سے کہا جا رہا ہے کہ اگر تم یہ چیلنج پورا نہ کر سکو اور ہرگز پورا نہیں کر سکتے تو اُس آگ سے ڈرو، جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ کفر وشرک، ظلم و ناانصافی اور شکوک وشبہات ایسے امراض ہیں، جو انسانوں کے ظاہر و باطن کو مسخ کر کے رکھ دیتے ہیں۔ انسانیت کا جوہر اُن سے نکل جاتا ہے۔ وہ ذاتی خواہشات کے اسیر اور نفسانی مطالبوں کے مریض بن جاتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں اُن کی بداعمالیاں اُن کے باطن میں ایک ایسی آگ پیدا کرنے کے اسباب مہیا کرتی رہتی ہیں کہ جس میں خود اُن کا اپنا وجود ایندھن بن کر جلتا ہے۔ اس بھڑکتی ہوئی آگ کی حقیقت بیان کی گئی، جس کا ایندھن خود انسانی وجود اور طویل عرصے تک کی جانے والی بداَخلاقیوں اور بداعمالیوں کے سنگریزے ہیں۔ انسانیت کی دُنیوی اور اُخروی فلاح و بہبود سے ماورا جتنی بداعمالیاں انسانی وجود کا حصہ بنتی ہیں، وہ دراصل اُن کے پیٹ میں آگ کے پتھر بھر رہی ہیں۔ یہی سنگریزے، پتھر اور ایسے مریض انسانی وجود جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ ۞: یہ جہنم کافروں کے لیے تیار کی گئی۔ ایسا انسان جو اللہ تبارک و تعالیٰ کے تمام تر انعامات کے باوجود اُس کی حکمرانی کو تسلیم نہیں کرتا، انسانیت کے حقوق ادا کرنے کے لیے تیار نہیں، وہ اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرنے سے انکار کرتا ہے۔ اُس کی نازل کردہ کتابِ ہدایت سے منہ موڑتا ہے۔ انسانیت کی دُنیوی اور اُخروی ترقی کے پروگرام کا منکر ہے۔ ایسے لوگ شکل وصورت میں گو انسان ہیں، لیکن اپنے اعمال و کردار میں انسانیت کے دشمن شیطان کی طرح ہیں۔ ان کے لیے جہنم کی آگ ہے۔

اس آیت میں قرآن حکیم نے شکوک وشبہات رکھنے والے لوگوں کو چیلنج دے کر سچی تعلیمات کی طرف متوجہ کیا ہے اور انھیں دنیا اور آخرت میں بھڑکنے والی آگ سے بچنے اور تقویٰ اختیار کرتے ہوئے سیدھے راستے پر چلنے کی دعوت دی ہے۔

www.rahimia.org

از: مولانا ڈاکٹر محمد ناصر، جھنگ

صاحبِ بصیرت علما کا مقام

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ: ”فَقِيهٌ وَاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطٰنِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ.“ (سنن ابن ماجه، حديث 222)

(حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایک سمجھ دار عالم شیطان پر ایک ہزار عبادت گزاروں سے زیادہ بھاری ہے۔“)

اس حدیث میں دو طرح کے انسانوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ایک طرف علم سے محروم ایک ہزار محض عبادت گزار لوگوں کا ذکر ہے۔ دوسری طرف ایک ایسا عالمِ دین جو دین کی سمجھ بوجھ پوری فقاہت اور بصیرت کے ساتھ رکھتا ہے اور اُسے احوالِ زمانہ اور عصری تقاضوں سے خوب واقفیت ہے۔ اسی حدیث کی روشنی میں فقہا نے یہ قاعدہ اور ضابطہ بیان کیا ہے کہ: ”جو آدمی احوالِ زمانہ اور عصری تقاضوں کو نہیں جانتا، وہ جاہل ہے۔“ (مقدمہ ابن عابدین شامی) اس حدیث میں فقیہ عالم دین اور ایک ہزار عبادت گزاروں کے درمیان موازنہ کیا گیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ انسانیت کے دشمن شیطان کے مکروفریب کو سمجھنے اور اُس کا مقابلہ کرنے کے لیے دینی شعور اور سمجھ بوجھ رکھنے والا ایک عالم ہزار عبادت گزاروں پر زیادہ بھاری ہے۔ فقاہت اور سمجھ کا تعلق عقل وشعور اور فہم وبصیرت کے ساتھ ہے۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ ایک درجہ علم کے لیے دس درجے کی عقل چاہیے۔ ایک فقیہ کو بہکانے میں شیطان کو زیادہ مشکل ہوتی ہے، بہ نسبت ان ایک ہزار عابدوں کے جو دینی فقاہت اور فہم وبصیرت نہیں رکھتے۔ شیطان کا انسانوں کو گمراہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ دلوں میں خواہشات کو اُبھارتا ہے۔ بُرے اعمال اچھے کر کے دکھاتا ہے اور پھر اللہ کی مغفرت کی اُمیدیں بھی دلاتا ہے۔ عبادت گزار فقیہ شیطان کے مقاصد اور علمی گمراہیوں کو سمجھتا اور ان کا حل جانتا ہے، جب کہ ایک عبادت گزار شخص اپنی ذات میں منہمک اور ظاہری عبادت میں مشغول ہوتا ہے۔ وہ شیطان کی چالوں کو نہیں سمجھتا۔ اس وجہ سے قوی اندیشہ ہے کہ اجتماعی اُمور میں شیطان اسے استعمال کر لے۔

یہ حدیث رہنمائی دیتی ہے کہ انسانی معاشرے کے لیے ایسے سمجھ دار دینی شعور رکھنے والے علمائے ربانی کو اپنا رہنما اور قائد چننا چاہیے، جنھیں اللہ تعالیٰ نے شریعت اور دین کا مکمل علم دینے کے ساتھ ذوقِ عبادت عطا کیا ہو۔ وہ سیاسی اور سماجی علوم کے بارے میں گہری بصیرت رکھتے ہوں۔ وہ اس بات کو سمجھتے ہوں کہ معاشرے کے اندر دین دشمن اور انسان دشمن قوتیں کس قسم کی چالیں چل رہی ہیں اور کن ذرائع، وسائل اور طریقوں کے ساتھ انسانوں کو گمراہ کیا جا رہا۔ ایسے سمجھ دار علما کی اتباع سے ہی کامیابی ہوتی ہے۔

آج شیطان کے زیرِ اثر طبقات کا اِقتدار پر قبضہ ہے۔ وہ دین اور اہلِ حق کے خلاف سازشوں کا ایک منظّم جال بچھائے ہوئے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسے سمجھ دار علمائے ربانی کی اتباع کی جائے، جو شیطانی قوتوں کے خلاف مزاحمتی شعور رکھتے ہوں۔

صحابہؓ کا ایمان افروز کردار

مولانا قاضی محمد یوسف، حسن ابدال

حضرت ابوسعید سعد بن مالک بن سنان خُدری انصاریؓ

حضرت ابوسعید سعد بن مالک بن سنان خُدری انصاریؓ کم عمر صحابہؓ میں سے ہیں۔ آپؓ کا خاندان بیعتِ عقبہ کے بعد حلقہ بگوشِ اسلام ہو چکا تھا۔ آپؓ نے ایک مسلمان گھرانے میں آنکھیں کھولیں اور دینی ماحول میں تربیت پائی۔ بڑے ہوئے تو علوم نبوت کا گھر مدینہ منورہ علمی، اَخلاقی اور سیاسی مرکز میں ڈھل چکا تھا۔ اس پُرنور فضا میں نشوونما پائی اور ظاہر و باطن سے تعلیماتِ نبویہ کے ساتھ وابستہ ہو گئے۔ آپؓ حضور اکرمؐ کے ساتھ غزوۂ احد میں شریک ہونے کے لیے آئے تو اس وقت آپؓ کی عمر 13 سال تھی، اس وجہ سے اجازت نہ ملی۔ آپؓ کے والدؓ اُحد میں شہید ہوئے۔ آپؓ نے بے سروسامانی میں بڑے صبر واستقامت کے ساتھ ذاتی، گھریلو اور قومی وملّی زندگی کے امور اور سب غزوات میں پُرجوش اور مکمل شرکت کی۔ غزوۂ خندق میں 15 سال کے تھے۔ خوب بہادری سے اس میں شریک رہے۔ حدیبیہ، خیبر، فتح مکہ، تبوک وغیرہ میں قومی وملّی خدمات سرانجام دیں۔

حضرت ابوسعید خُدریؓ نے انصارِ مدینہ کے علمی حلقوں سے قرآن سیکھا۔ آپؓ اپنے عہد کے سب سے بڑے فقیہ تھے۔ حدیث اور فقہ رسول اللہؐ اور صحابہ کرامؓ سے سیکھی۔ خلفائے راشدینؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ سے احادیث روایت کیں۔ آپؓ کو کثرت سے احادیث یاد تھیں۔ ان کی مرویات کی تعداد گیارہ سو ستر ہے۔ آپؓ سے بے شمار صحابہؓ اور ممتاز تابعین نے علمِ حدیث حاصل کیا۔ آپؓ کا حلقۂ درس ہر وقت آدمیوں سے بھرا رہتا۔ اگر کوئی سوال کرنا چاہتا تو بہت دیر سے موقع ملتا۔ اوقاتِ درس کے علاوہ بھی کوئی سوال کرنا چاہتا تو اس کو بھی جواب دیتے۔ ایک دفعہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے اپنے بیٹے علی اور غلام عکرمہ کو بھیجا کہ ابوسعید خدریؓ سے حدیث سن کر آؤ۔ اس وقت وہ باغ میں تھے۔ آپؓ ان لوگوں کو دیکھ کر ان کے پاس آ کر بیٹھے اور حدیث بیان کی۔ روایتِ حدیث کے ساتھ سماع کی نوعیت بھی بیان فرما دیتے کہ میری آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے یہ حدیث سنی۔ حق گوئی میں سب سے اچھے کردار کے حامل تھے۔ کچھ باتوں کے حوالے سے سفر کر کے حضرت معاویہؓ کے پاس گئے اور معاشرے میں موجود خرابیاں گوش گزار کیں۔ سادگی و بے تکلفی طبیعتِ ثانیہ تھی۔ متحمل مزاج و بردبار تھے۔ امر بالمعروف کے ولولے کا یہ حال تھا کہ امیر مروانؒ حضرت ابوہریرہؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ جنازہ سامنے سے گزرا، وہ کھڑے نہ ہوئے تو حضرت ابوسعیدؓ نے کہا: ”اے امیر! رسول اللہ جنازے کے لیے اُٹھا کرتے تھے۔ آپ بھی اُٹھیے۔“ وہ یہ سن کر کھڑے ہو گئے۔

عہدِ نبوت کے بعد مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے۔ دورِ فاروقیؓ اور عثمانیؓ میں منصبِ افتا پر فائز رہے۔ حضرت علیؓ کے زمانے میں جنگِ نہروان میں پُرجوش حصہ لیا۔ مدینہ میں سکونت پذیر رہے۔ ۷۴ھ میں جمعہ کے دن وفات ہوئی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ اس وقت آپؓ کی عمر بہ قول امام ذہبیؒ 86 سال تھی۔

www.rahimia.org

شذرات

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے

10/ مارچ 1872ء مولانا عبیداللہ سندھیؒ کا یومِ پیدائش ہے۔ مولانا سندھیؒ ہمارے اس خطے کے فکری سفر میں ایک اہم سنگِ میل ہیں۔ آپؒ چوبیس سالہ جلاوطنی سے 7/ مارچ 1939ء کو ہندوستان واپس آکر تادمِ آخر 22/ اگست 1944ء تک امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی حکمت اور ان کے اجتماعی انقلابی افکار کی اشاعت میں ہمہ تن مصروف رہے۔ ہندوستان واپس لوٹنے کے بعد مولانا سندھیؒ نے حالات کو نئے تقاضوں کے تناظر میں دیکھا اور مسلمانوں کے سیاسی زوال کو ایک حقیقت جانتے ہوئے یہاں کے طبقوں کو عقل و شعور اور سائنسی نقطۂ نظر سے سوچنے کی دعوت دی۔

ہر سال ان کے یومِ پیدائش پر ان کے عقیدت مند ان کی قربانیوں کو یاد کر کے خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔ کچھ سالوں سے سوشل میڈیا عام آدمی کے مافی الضمیر کے اظہار کا ایک آزاد عوامی پلیٹ فارم بن چکا ہے۔ اب میڈیا پر تاریخ کے صرف ریاستی بیانیے پر ایک مخصوص طبقے کا اصرار ممکن نہیں رہا۔ اربابِ اقتدار نے تاریخ کے باب میں تحریکِ آزادی کے حقیقی زعما سے اپنے نصاب اور تاریخ مرتب کرنے میں جو بے اعتنائی برتی تھی، آج کا نوجوان اپنے اُبھرتے ہوئے قومی شعور کے سبب اس کا ازالہ کرنا چاہتا ہے۔ چناں چہ اس سال 10/ مارچ کو مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو ہندوستان اور پاکستان میں شان دار خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔ ان کے افکار و خدمات پر اقتباسات، وڈیو، آڈیو، مقالے، کالم اور تحریریں شائع کی گئیں۔ جیسے جیسے تاریخ کے چہرے سے گرد صاف ہو رہی ہے، وقت کا دھارا مولانا سندھیؒ کے متعلق مورّخ کے کہے کو سچ ثابت کرنے کے لیے بے تاب نظر آتا ہے۔ ایک محقق اور مورّخ نے بہت پہلے 1944ء میں لکھا تھا:

”آج نہیں تو کل زمانے کے تقاضے مجبور کر دیں گے کہ ہم ادھر کو چلیں
جس طرف کی راہ مولانا مرحوم ہمیں دکھا گئے تھے۔“

آج مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے افکار بڑی تیزی سے متجسس ذہنوں میں اپنی جگہ بنا رہے ہیں۔ اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ انھوں نے دینِ اسلام کے مقدمے کو آج کے تقاضوں کے عین مطابق عقل مند طبقے کے سامنے پیش کر کے اس کو ان کی زبان میں مخاطب کیا ہے۔ ان کا گہرا غور و فکر اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی حکمت انسانیت کے طبعی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے دورِ حاضر کے مسائل کو حل کرتی ہے۔ لہٰذا اسے اسلام کی ترجمانی کا پورا حق حاصل ہے۔ انھوں نے دنیا میں رائج دونوں نظاموں (سرمایہ داری اور سوشلزم) کے بُرے اور مہلک اثرات و نتائج کا تریاق امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فکر میں ہی پایا تھا۔ چناں چہ وہ انھیں کے فکر سے ہی سرمایہ داری اور لامذہبیت کا رد کرتے ہوئے نظامِ عدل اور دین کی حقانیت کو ثابت کرتے ہیں۔

اس پر ان کا ایسا یقینِ راسخ تھا کہ وہ دنیا کی بین الاقوامی لیڈرشپ کے ساتھ ان موضوعات پر پُراعتماد لہجے میں بات کرتے تھے اور مرعوب ہونے کے بجائے انھیں متاثر کرتے تھے۔ اُن کے بارے میں یہ حقیقت بالکل عیاں ہو کر سامنے آئی ہے کہ:

”وہ روس سے نہ صرف اپنا ایمان سلامت لے آنے میں کامیاب ہوئے، بلکہ جن روسی رہنماؤں سے عرصے تک مکالمات ہوتے رہے، ان کو بھی اسلام کی برتری کے ایک حد تک قائل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔“

موجودہ نوجوان نسل کو تاریخ کے ان حقیقی کرداروں سے کماحقہ متعارف کروانے کے لیے ہمارے محقق مؤرخین کو اس خطے کی تاریخ کھنگال کر اُسے صحیح خطوط پر مرتب کرنا چاہیے۔ کیوں کہ مولانا سندھیؒ کا زمانہ ان کی اور ان کے رفقا کی جدوجہد کی تمام سامراج مخالف سرگرمیوں کے تذکرے کا متحمل نہیں تھا۔ پھر بھی ان کی جدوجہد کے بہت بڑے حصے کو تاریخ نے محفوظ رکھا ہے اور مزید برآں معاصر مؤرخین کے اشاروں کنایوں کے تذکروں سے آج ایک مفصل تاریخ مرتب کر کے قومی جدوجہدِ آزادی کی تاریخ کے خلا کو پُر کیا جا سکتا ہے۔

مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی طرف متوجہ نوجوانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ خطے کی درست قومی تاریخ سے واقف ہوں اور مولاناؒ کے کردار کو قومی جدوجہدِ آزادی کے تناظر میں سمجھنے کی کوشش کریں۔ مولاناؒ کی جدوجہد مربوط اور منظّم تھی۔ ان کے سارے کارنامے اپنی جماعت کے نظام سے مربوط تھے۔ وہ اپنی جماعت کے قائد اور مربی حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے حکم سے کابل گئے۔ ان کی بین الاقوامی سرگرمیاں اپنے جماعتی نظام سے منسلک رہیں۔ وہ ہندوستان سے باہر جہاں بھی گئے، اپنے آپ کو اپنی جماعت کے فرد کے طور پر متعارف کرواتے رہے اور اپنی کامیابیوں کو بھی جماعت ہی کی مرہونِ منت قرار دیتے رہے۔ ان کا فکر اجتماعیت کا داعی ہے۔ وہ انتشار کو قومی اور جماعتی وجود کے لیے زہرِ قاتل قرار دیتے ہیں۔

اب ہمارے اربابِ فکر و دانش کو مولانا سندھیؒ کے سجھائے ہوئے راستے کی طرف بڑی سنجیدگی سے متوجہ ہونے کی ضرورت ہے، تاکہ قوم کو موجودہ فکری و نظریاتی بحران سے نکالا جا سکے۔ اب ہم مزید قومی ذہن کے انتشار کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ مولانا سندھیؒ بلا کسی امتیاز کے آج کے نوجوان کے آئیڈیل ہیں، کیوں کہ وہ ہمارے ہاں موجود فرقہ وارانہ دائروں سے بلند ہو کر خالص اجتماعی نقطۂ نظر سے سوچتے ہیں۔ ان کی یہی وسعتِ نظری اور روادارانہ سوچ نوجوانوں کو پسند ہے۔

مولانا سندھیؒ نے مسلمانوں کے زوال کی وجہ نااہل حکمران طبقوں کو قرار دیتے ہوئے اہلیت کی حامل نوجوان اجتماعیت قائم کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ چناں چہ وسائل کی کمی اور بے سروسامانی کے باوجود مولاناؒ کی قومی جدوجہد میں استقامت، عزم، حوصلہ اور اُمید ہماری نئی نسل کے لیے قابلِ تقلید ہے۔ جہاں ان کا فکر ہمیں مادہ پرستی، جمود، الحاد اور سرمایہ پرستی سے بچاتا ہے تو ان کا کردار و عمل ہمارے اندر عزم، حوصلہ، امید اور نئے ولولوں کو جنم دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے اور ان کے فکر سے ہمارے لیے ایک نئی سحر طلوع کر دے۔

(مدیر)

www.rahimia.org

افکارِ شاہ ولی اللہ دہلویؒ افکارِ شاہ ولی اللہ دہلویؒ افکارِ شاہ ولی اللہ دہلویؒ افکارِ شاہ ولی اللہ دہلویؒ افکارِ شاہ ولی اللہ دہلویؒ افکارِ شاہ ولی اللہ دہلویؒ

ارتفاقِ دوم؛ معاشی معاملات

مترجم: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ''حُجّۃُ اللّٰہِ البالِغہ'' میں فرماتے ہیں:

''[**معاشی معاملات کی حقیقت اور تعریف**] معاشی معاملات کی فنی نوعیت یہ ہے کہ وہ ایک ایسی حکمتِ عملی ہے کہ جس میں ارتفاقِ دوم کی سطح پر (پیدائشِ دولت سے متعلق) پیشوں، (پیدا شدہ دولت کے) باہمی تبادلوں اور (تقسیم شدہ دولت سے متعلق) تعاونِ باہمی پر مبنی معاملات (کے نظام) کو قائم کرنے سے بحث کی جاتی ہے۔

اس سلسلے میں اصل بات یہ ہے کہ انسانوں کو بہت سی ضرورتیں اور احتیاجات درپیش ہوتی ہیں اور انسان کا یہ بھی مطالبہ ہوتا ہے کہ ان حاجتوں کو پورا کرنے کے لیے بڑی عمدگی، مہارت اور صلاحیت سے اشیا اور اجناس پیدا کی جائیں۔ نیز یہ کہ (حبِ جمال کے تقاضے سے) اُن اشیا کے استعمال سے آنکھیں بھی ٹھنڈی ہوں اور لذت بھی حاصل ہو۔ ہر انسان کے لیے اپنی تمام حاجات کو ایسے عمدہ انداز میں اکیلے پورا کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ (چناں چہ باہمی تعاون کے ساتھ ان اشیا کو تیار کیا جاتا ہے۔ یوں لوگوں کے درمیان وجود میں آنے والے معاملات کو بہتر سے بہتر بنانے کی ضرورت پیش آتی ہے۔)

[**تبادلۂ اشیا کی ضرورت**] ایسی صورت میں بعض لوگ غذائی اجناس اپنی ضرورت سے زائد تیار کرلیتے ہیں، جب کہ ان کے پاس پانی نہیں ہوتا۔ بعض لوگوں کے پاس (کنواں کھود کر یا دیگر ذرائع سے) پانی اپنی ضرورت سے زائد ہوتا ہے، لیکن اُن کے پاس کھانے کی اشیا نہیں ہوتیں۔ ایسی صورت میں ہر ایک دوسرے سے اپنی مطلوبہ چیز حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اُن کے لیے سوائے باہمی تبادلے کے اَور کوئی راستہ نہیں ہوتا۔ اس طرح لوگوں کو اپنی اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے تبادلۂ اشیا کی ضرورت پیش آئی۔

[**پیشوں کا وجود میں آنا**] بہتر اور عمدہ اشیا کے حصول کی ضرورت کے سبب لوگوں نے آپس میں یہ بھی طے کرلیا کہ ہر آدمی کسی ایک انسانی حاجت کو پورا کرنے والی اشیا کی تیاری پر پوری توجہ دے، تاکہ اُس میں مہارت حاصل ہو اور اُس سے متعلق تمام آلات اور ذرائع کو استعمال کرنے کی خوب کوشش کرے۔ پھر اس پیشے سے حاصل ہونے والی فاضل آمدنی کے تبادلے سے اپنی دیگر ضروریات اور حاجات کو پورا کرے۔ یہ بات اُن کے ہاں ایک تسلیم شدہ طریقۂ کار کے مطابق مان لی گئی ہے۔

[**تبادلہ اشیا کے لیے زر کی ضرورت**] جب بہت سے لوگ (اپنی ضرورت کے تحت) کسی ایک چیز میں دلچسپی رکھتے ہیں، جب کہ (دوسرے آدمی کے پاس) موجود چیز کی انھیں کوئی ضرورت نہیں ہوتی، ایسی حالت میں انھیں اپنی مطلوبہ چیز رکھنے والا کوئی دوسرا شخص بھی نہیں ملتا۔ ایسی صورت میں انھیں اپنی مطلوبہ چیز کو پہلے سے تیار کرنے پر مجبور ہونا پڑتا تھا۔ اس طرح لوگوں کو اس پر متفق ہونا پڑا کہ تبادلہ اشیا کے لیے ایسے معدنی جواہر کو (زر کی صورت میں) استعمال میں لایا جائے، جو ایک طویل زمانے تک باقی رہ سکیں اور یہ کہ اُن کے ذریعے سے آپس میں معاملہ کرنا لوگوں کے نزدیک تسلیم شدہ امر ہو۔

[**زر کے طور پر سونے اور چاندی کا تعین**] تمام معدنی جواہر میں سونا اور چاندی کو زر کے طور پر استعمال کرنا زیادہ مناسب سمجھا گیا۔ اس لیے کہ یہ دونوں حجم میں چھوٹے اور اپنے اجزا میں ایک دوسرے کے ہم مثل ہوتے ہیں۔ نیز ان کا استعمال انسانی بدن کو بھی فائدہ پہنچاتا ہے۔ اس لیے بھی کہ انھیں استعمال کر کے لوگ زیب و زینت اختیار کرتے ہیں۔ اس طرح (تبادلہ اشیا کے لیے) سونا اور چاندی طبعی زر اور نقد کی حیثیت اختیار کر گئے، جب کہ دیگر چیزیں اصطلاحی زر کی حیثیت رکھتی ہیں۔

[**معاشیات کے بنیادی شعبے**] حصولِ معاش کے بنیادی شعبے درجِ ذیل ہیں:

(1) (**زراعت:**) کاشت کاری کرنا، جانور چرانا، جنگلات اور دریاؤں سے قدرتی اشیا؛ معدنیات، نباتات کا حصول اور حیوانات کا شکار کرنا۔

(2) (**صنعت:**) صنعتی پیشوں میں فرنیچر سازی، لوہے کی اشیا تیار کرنا، کپڑا بُننا وغیرہ ایسے تمام کام جن سے قدرتی اور مادی اشیا میں ایسی افادیت اور صلاحیت پیدا ہوجائے کہ جس سے مطلوبہ ضرورت پوری ہوتی ہو۔

(3) (**تجارت:**) پھر (زراعت اور صنعت سے پیدا ہونے والی اشیا کی خرید و فروخت کے لیے) تجارت کا بھی ایک مستقل شعبہ وجود میں آیا۔

(4) (**انتظامیہ:**) ریاستی نظم و نسق اور عوامی مصلحتوں کا نظام چلانے اور معاشی سرگرمیوں کو بہتر بنانے کے لیے انتظامیہ کی صورت میں ایک شعبہ وجود میں آیا۔

(5) (**شعبہ جاتی تربیت:**) پھر لوگوں کے اختیار کردہ پیشوں میں پیشہ وارانہ مہارتوں کو پوری توجہ سے سکھانے اور تربیت دینے کا شعبہ وجود میں آیا۔

(یاد رہے!) جب بھی انسانیت ترقی کرتی ہے اور لذتوں اور آسائشوں کی محبت میں مبتلا ہوجاتی ہے۔ پھر انھیں حاصل کرنے کے لیے زیادہ گہرائی اور نفاست میں چلی جاتی ہے تو ان شعبوں کے بہت سے مزید ذیلی شعبے اور پیشے وجود میں آجاتے ہیں۔

[**معاشی شعبوں کو اختیار کرنے کی وجوہات**] کسی آدمی کی کسی خاص پیشے سے وابستگی کی درجِ ذیل دو وجوہات میں سے کوئی ایک ہوتی ہے:

(1) جسمانی اور ذہنی قوتوں کی مناسبت: چناں چہ جو آدمی بہادر اور دلیر ہوتا ہے، وہ جنگی خدمات کے شعبے سے وابستہ ہونا مناسب سمجھتا ہے۔ جو آدمی ذہین اور قوی حافظہ رکھتا ہے، اُسے مالیاتی حساب کتاب کے شعبے سے وابستگی مناسب لگتی ہے۔ جو آدمی جسمانی طور پر اپنے ہاتھ پاؤں مضبوط رکھتا ہے، اُسے بھاری بوجھ اٹھانے اور مشقت کے کام کرنے کے پیشے سے مناسبت ہوتی ہے۔

(2) گرد و پیش میں موجود اتفاقات کا ہونا: چناں چہ لوہار کا بیٹا اور اُس کے پڑوسی کو لوہے کی صنعت سے وابستہ ہونا آسان ہوتا ہے، جو کسی دوسرے کے لیے آسانی سے میسر نہیں ہوتا۔ ساحلِ سمندر پر رہنے والے آدمی کو مچھلیاں پکڑنے کے علاوہ اَور کوئی کام نہیں آتا، جب کہ کسی دوسرے کے لیے ایسا کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ بعض لوگوں کو بسا اوقات اچھے شعبوں کے دروازے بند ملتے ہیں تو وہ مملکت کو نقصان پہنچانے والے کاموں کا رُخ کرلیتے ہیں، مثلاً چوری کرنا، جوا کھیلنا، نقب زنی لگانا وغیرہ۔ (بقیہ: صفحہ 11 پر)

www.rahimia.org

تاریخ اسلام کے ناقابلِ فراموش واقعات

مفتی عبدالقدیر، چشتیاں

دورِ عالمگیری میں ایک بہروپیے کی ایمان داری

ہندوستان میں سلطان اورنگزیب عالمگیرؒ کا دور تاریخ ہند کا سنہری دور کہلاتا ہے۔ چوں کہ سلطان خود مغلیہ عادلانہ دور کی اجتماعیت کے نتیجے میں بڑا خدا ترس، عادل، امانت دار اور رعایا پرور تھا، اس کے نظامِ عدل کا اثر یہ تھا کہ اس کی کابینہ انتظامیہ کے ساتھ عام افرادِ رعایا بھی اعلیٰ اوصاف سے مزین نظر آتے ہیں۔ چناں چہ اس کے دور کے کندن نامی بہروپیے کا مشہور واقعہ ہمارے لیے ایک سبق آموز مثال ہے۔

کندن نے عالمگیرؒ سے اپنے بہروپیے پن کے فن پر بطور انعام 500 روپے کا مطالبہ کیا۔ عالمگیرؒ نے فرمایا: اگر اس فن پر کوئی کارکردگی دکھلاؤ گے تو انعام دوں گا۔ مفت میں کیسے انعام دے دوں؟ کندن نے کہا آپ اگر میری شناخت نہ کر سکو تو پھر کیا میں انعام کا مستحق ہوں؟ عالمگیرؒ نے قبول کیا۔

حوادثِ زمانہ کے پیشِ نظر سلطان عالمگیر کو ایک سال کے بعد دہلی سے جنوبی ہند کی طرف مرہٹوں کی ایک بغاوت کے خلاف مہم جوئی کرنا پڑی۔ وہاں باغیوں نے قلعہ بند ہو کر سخت مقابلہ کیا۔ عالمگیرؒ پریشان تھا، تو لوگوں نے اس سے کہا کہ یہاں ایک گوشہ نشین بزرگ ہیں۔ عالمگیرؒ اُن کے پاس فوراً دعا کے لیے آیا۔ اس نے کہا: آپ پرسوں بعد نمازِ ظہر حملہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کامیابی دے گا۔ واقعتاً اس ہدایت کے مطابق حملے میں اُسے کامیابی ملی اور دشمنوں کو شکست ہوئی تو عالمگیرؒ نے خوش ہو کر بہت سے دینار، قطعاتِ اراضی اور سات نسلوں تک مراعات جیسے خطیر انعامات دینا چاہے، مگر اس نے اپنے فقیرانہ منصب کے خلاف ہونے کا عذر پیش کرتے ہوئے سب کچھ رد کر دیا۔ اگلے روز جب سلطان عالمگیر دربار میں فروکش تھا تو یہی بزرگ پیش ہوئے تو سلطان بہت اکرام سے پیش آیا اور کہا میں خود حاضر ہو جاتا، آپ نے تکلیف کیوں فرمائی؟ مگر بزرگ نے اپنا فقیرانہ لباس ایک طرف رکھتے ہوئے کہا: میں تو کندن بہروپیہ ہوں۔ اپنا 500 روپے انعام لینے آیا ہوں۔ سلطان حیران ہوا کہ گوشہ نشینی میں جو میں نے بڑے بڑے انعام پیش کیے، وہ کیوں آپ نے رد کر دیے؟ اس نے تاریخی جواب دیا کہ: ''جن فقیروں اور بزرگوں کا روپ دھارا تھا، اُن کی عزت مقصود تھی۔ وہ سچے لوگ ہیں، ہم جھوٹے لوگ ہیں۔ میں یہ نہیں کر سکتا کہ روپ سچوں کا دھاروں اور پھر بے ایمانی کروں۔'' (ماخوذ از تذکرہ غوثیہ، از غوث علی شاہ پانی پتی) اس واقعے سے ہمیں درجِ ذیل اسباق ملتے ہیں:

(1) بہروپ بھرنا بھی دیگر علوم وفنون کی طرح ایک فن ہے۔ حکمران اس کی بھی سرپرستی کرتے تھے۔ آج سیکیورٹی اور جاسوسی کے لیے اس پر تربیتی ادارے قائم ہیں۔

(2) کسی فن میں قابلیت پر انعام کا استحقاق صلاحیت اور آزمائش پر ہوتا ہے، محض دعوے پر نہیں۔

(3) منافقانہ رویوں اور اَخلاق سے معاشرے تباہ ہو جاتے ہیں۔

کندن نے منافقت سے پرہیز کیا۔ جب فقیرانہ روپ میں تھا تو اس روپ کی مکمل رعایت کی، یہاں تک کہ خطیر انعامات رد کر دیے۔ جب اُس نے عارضی روپ اُتار کر اپنے آپ کو واضح کر دیا تو خود کو انعام کا مستحق قرار دیا۔

ملکی معیشت

محمد کاشف شریف، راولپنڈی

جنگ کی معیشت

عام خیال یہ ہے کہ جنگی حالات معاشی تناؤ میں اضافہ کرتے ہیں اور معاشی زوال کا سبب بنتے ہیں۔ اس حوالے سے یورپ کی مثال سامنے رکھی جاتی ہے، جہاں اٹھارہویں تا بیسویں صدی کے وسط تک کئی ہولناک جنگیں لڑی گئیں۔ ان جنگوں کے اختتام یعنی جنگِ عظیم دوم کے بعد یورپ کی معیشت زوال کو چھو چکی تھی اور تعمیرِنو کے لیے عالمی مدد کا طلب گار تھی، لیکن جنگوں کا ایک اور پہلو رسد کا بھی ہے۔ چناں چہ جنگ کو جاری رکھنے کے لیے جنگی ساز و سامان، خوراک، ادویات اور ذرائع ابلاغ کی رسد ایک کلیدی اہمیت رکھتی ہے اور جنگ ختم ہونے کے بعد اس لسٹ میں تعمیرِنو اور تعلیم و تربیت بھی شامل کر لیں۔ آج کی دنیا میں اسے War Economy کہا جاتا ہے۔ بیسویں صدی میں طلب اور رسد کے نظام کو برقرار رکھنے کے لیے دونوں متحارب مراکز نے اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لیے امریکا سے قرض لیے اور بالآخر امریکا کو اپنی طرف سے دیے گئے قرض کو واپس لینے کے لیے دونوں گروپس میں مصالحت کا کردار ادا کرنا پڑا اور دھیرے دھیرے پوری دنیا کی معیشت پر فیصلہ کن کنٹرول حاصل کر لیا گیا۔ یورپی ممالک نے گزشتہ نصف صدی میں مضبوط اداروں کی بنیاد پر دھیرے دھیرے امریکا کی بالادستی کو چیلنج پیش کیا ہے، لیکن اب بھی وہ اپنی منزل یعنی مکمل معاشی خودمختاری سے دور ہیں۔

قرضوں کی معیشت شکست اور غلامی تک لے جاتی ہے۔ حالیہ پاک بھارت جنگ کے حوالے سے میدانِ جنگ میں کیا ہو رہا ہے؟ اس سے قطع نظر پاکستان کی حالت ایسی نہیں ہے کہ وہ ایک ماہ بھی جنگ لڑ سکے۔ کیوں کہ دوست ممالک سے لیا گیا قرض اس مقصد کے لیے استعمال نہیں کیا جا سکتا اور امریکا کی اجازت کے بغیر IMF بھی قرض نہیں دے گا۔ مزید جنگ لڑنے کے لیے کوئی مفت میں اسلحہ نہیں دے گا۔ ویسے بھی اکثر اسلحہ دینے والے ممالک دیے گئے اسلحے کے بھارت کے خلاف استعمال کے حوالے سے تحفظات رکھتے ہیں۔ اس لیے مزید اسلحہ بھی نہیں ملے گا۔ 1965ء میں بھی یہی ہوا تھا۔ آخر میں ہمارے پاس نوٹ چھاپ کر پیداواری عمل جاری رکھنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہوگا اور اس حوالے سے بھی ہمارے پاس گنجائش نہیں۔ کیوں کہ پہلی حکومتوں نے نوٹ چھاپ چھاپ کر پہلے ہی معیشت کا بیڑا غرق کر دیا ہے۔ دوسری طرف پاکستان کے پاس 7 ارب ڈالر اور بھارت کے پاس 400 ارب ڈالرز زرِمبادلہ کے ذخائر ہیں اور پوری دنیا میں اُس کی اہمیت ہے۔ O.I.C کے اجلاس میں بانی رکن پاکستان کی مخالفت کے باوجود بھارت کو مدعو کیا گیا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ متحدہ عرب امارات اور بھارت کے مابین 57 ارب ڈالر کی تجارت ہے، جب کہ پاکستان اس حوالے سے 8 ارب ڈالر پر ہے۔ اس تناظر میں پاکستانی وزیراعظم کا امن پر زور دینا درست ہے۔ کیوں کہ جنگ کی طوالت پاکستانی معیشت میں آخری کیل ثابت ہو سکتی ہے۔

www.rahimia.org

عالمی منظرنامہ

مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

2019ء کے بھارتی انتخابات اور عالمی سیاست

بھارت ایک بڑا ملک ہے۔ اس کا کل رقبہ 32 لاکھ 87 ہزار 263 مربع کلومیٹر ہے، جس پر بسنے والے نفوس کی تعداد 1 ارب 36 کروڑ 20 لاکھ 57 ہزار ہے۔ گویا رقبہ اور آبادی کے اعتبار سے چین کے بعد یہ ایشیا کا دوسرا بڑا ملک ہے۔ جغرافیائی محلِ وقوع اور سیاسی اہمیت کے باعث دنیائے سیاست میں اسے ایک اہم ترین ملک سمجھا جاتا ہے۔

2019ء کے انتخابات کا آغاز 11/ اپریل سے ہوگا۔ اور رائے دہندگی کا اظہار 19/ مئی تک مکمل ہوجائے گا۔ یہ عمل 7 مراحل پر مشتمل ہوگا۔ ووٹوں کی گنتی 23/ مئی کو شروع ہوکر اسی دن مکمل کرلی جائے گی۔ بھارت میں بہت سی چھوٹی چھوٹی علاقائی پارٹیوں کے ساتھ ساتھ دو بڑی سیاسی پارٹیاں بھی کام کر رہی ہیں: انڈین نیشنل کانگرس اور بھارتیہ جنتا پارٹی۔ نریندر مودی بی جے پی کی طرف سے ہندوستان کا وزیراعظم ہے۔

2014ء کے انتخابات کے نتیجے میں بھارتیہ جنتا پارٹی نے مرکز میں 545 نشستوں میں 282 نشستیں حاصل کرکے واضح اکثریت کے ساتھ حکومت تشکیل دی تھی، لیکن حالیہ ریاستی انتخابات کے نتائج پہلے سے بہت مختلف رُجحان کی نشان دہی کر رہے ہیں۔ بھارت کی پانچ ریاستوں میں 2018ء کے دوران ریاستی اسمبلیوں کے انتخابات میں وزیراعظم نریندر مودی کی جماعت بھارتیہ جنتا پارٹی اپنے مضبوط قلعوں؛ مدھیہ پردیش، راجستھان اور چھتیس گڑھ سے بہت بری طرح شکست سے دوچار ہوئی ہے۔ اسے ایک بڑے اپ سیٹ کا سامنا ہے۔ 3 ریاستوں میں کانگرس، جب کہ 2 ریاستوں میں مقامی جماعتیں آگے ہیں۔ پانچوں ریاستوں میں بی جے پی بُری طرح پٹ چکی ہے۔ مدھیہ پردیش کی اسمبلی میں کانٹے دار مقابلہ ہوا۔ 230 میں سے کانگرس نے 114 نشستیں حاصل کیں، جہاں اسے حکومت بنانے کے لیے دوسری جماعتوں کو ساتھ ملانا ہوگا۔ چناں چہ کانگرس نے وہاں کی مقامی جماعت مایاوتی کی بہوجن سماج پارٹی سے رابطہ بھی کرلیا ہے۔ راجستھان: یہاں 199 نشستوں کیلئے رن پڑا، جن میں سے کانگرس 104 نشستیں لے اڑی، جب کہ بی جے پی کے ہاتھ صرف 70 نشستیں آسکیں۔ کانگرس یہاں کسی دوسری پارٹی کو ملائے بغیر حکومت بنا سکتی ہے۔ چھتیس گڑھ: بی جے پی کا سب سے مضبوط قلعہ مانا جاتا تھا۔ یہاں 90 نشستوں کے لیے میدان سجا۔ جن میں سے کانگرس نے 69 نشستیں لے کر سبقت حاصل کرلی، جب کہ بی جے پی صرف 11 نشستیں برقرار رکھ سکی۔ تلنگانہ: یہاں کی مقامی جماعت تلنگانہ راشٹریہ سمیتھی (ٹی آر ایس) نے وفاقی جماعتوں؛ بی جے پی اور کانگرس کو انتخابی دوڑ میں بہت پیچھے چھوڑ دیا۔ 199 میں سے 85 نشستیں جیت کر ریاست کی اسمبلی میں سبقت حاصل کرلی ہے۔ کانگرس کے ہاتھ 23 نشستیں آئیں اور آل انڈیا مجلس اتحاد مسلمین 6 نشستیں جیت کر کامیاب ہوگئی۔ میزورم: یہاں کے انتخابی نتائج کانگرس کے لیے دھچکا ہیں۔ کیوں کہ یہاں کانگرس کی حکومت قائم تھی، لیکن آج یہ میدان حیران کن طور پر مقامی جماعت میزورم نیشنل فرنٹ نے مار لیا۔ جس نے 40 میں سے 25 نشستیں حاصل کرکے سب کو پیچھے چھوڑ دیا۔ کانگرس کو 6 اور بی جے پی کو صرف 1 نشست مل سکی۔

سونیا گاندھی اور راہول گاندھی کی قیادت میں کانگرس گزشتہ تین انتخابی ادوار سے مسلسل شکست کا سامنا کر رہی ہے۔ بھارت کی یہ پرانی پارٹی جو ملک کی نئی نسل کو متأثر کرنے میں ابھی تک ناکام دکھائی دیتی تھی، حالیہ انتخابات نے تبدیلی کے رجحان کو ظاہر کیا ہے۔ وہ پارٹی جو 10 فی صد ووٹ حاصل کرکے اپوزیشن کا کردار ادا کرنے کے بھی قابل نہ تھی، آج اپنی پرانی سیاسی حیثیت بحال کرتی ہوئی نظر آرہی ہے۔ ملکی اقدامات کے علاوہ بیرونی دنیا سے تعلقات بنانے میں مودی سرکار کو بڑا کریڈٹ دیا جا رہا تھا۔ امریکا کے ساتھ دفاعی تعلقات میں قربت پیدا کرنا اس کا سب سے بڑا اقدام تھا۔ ماضی کی تمام حکومتیں امریکا کے ساتھ تعلقات بنانے میں ہچکچاہٹ کا شکار رہی ہیں۔ ان کا زیادہ تر جھکاؤ روس کی جانب تھا۔ مودی حکومت اپنے پیش رو سرکار کے برعکس امریکا کے زیادہ قریب ہوئی ہے۔ انڈیا امریکا تعلقات کے نتیجے میں ہندوستان کے لیے ایک نیا منصوبہ ''بحرالکاہل بالادستی۔ انڈیا بحرالکاہل بالادستی'' وضع کیا گیا ہے۔ اسے عملی جامہ پہنانے کے لیے ایک پالیسی ''مشرق دیکھ'' (Look East) تشکیل دی گئی ہے، جسے کامیاب بنانے کے لیے جاپان، ویتنام، اسرائیل اور آسٹریلیا کو اس کا حصہ بنایا گیا ہے۔ جس کا مقصد انڈیا کو چین سے دور رکھنا ہے، تاکہ وہ سامراجی گٹھ جوڑ کے توڑ شنگھائی تعاون تنظیم (SCO) کا مؤثر رکن نہ بن سکے، لیکن ہندوستانی عوام نے مودی سرکار کی اس پالیسی کو انتخابی نتائج کے ذریعے یکسر مسترد کر دیا ہے۔

سرمایہ داری نظام دنیا میں شکست و ریخت کا شکار ہے۔ جو نظام سرمایہ شکنی کی اساس پر قائم ہوگا، دنیا کے ممالک اُسی بین الاقوامی نظام کا حصہ بنیں گے، وہی مستقبل میں کلیدی کردار کے حامل ہوں گے۔ مودی سرکار کے عہد میں ہندوستان دنیا میں ایسا نظریہ متعارف کروانے میں تہی داماں دیکھائی دیتا ہے، جس کے بل بوتے پر اسے عالمی سطح کا کردار سونپا جاسکے۔ ان کے نظریے کی یہی قلاشی اسے سامراجی حلقوں کی طرف دھکیل رہی ہے۔ بھارت کا کسی ایسے جتھے سے جڑنا جو خود پسپائی کا شکار ہو، وہ بھارت کی ترقی کا ضامن نہیں ہوسکتا۔ ترقی کے لیے ترقی یافتہ سماج جو جہدِ مسلسل سے ارتقائی مراحل طے کر رہا ہو، عوام میں قبولیتِ عامہ رکھتا ہو، کے ساتھ وابستگی ضروری ہے۔ بھارت کا ایشیا بحرالکاہل میں عدمِ تشدد کے نظریے پر مبنی بین الاقوامی سوچ کے آئینہ دار ممالک سے کٹنا خود اس کی تباہی کا راستہ ہے۔ امریکا نے جن ملکوں کو بھارت کے پاؤں کی زنجیر بنانے کی پالیسی اپنائی ہے، وہ خود معاشی مفادات کے لیے چینی معیشت کے اسیر ہوچکے ہیں۔ بحرالکاہل بالادستی، بحرالکاہل جیسی وسیع و عریض اور عمیق سوچ کے ساتھ ہی پروان چڑھ سکتی ہے۔ اور اسی فکر کا عکاس نظریہ حاملین کو اوجِ ثریا تک پہنچا سکتا ہے۔

www.rahimia.org

خطبات و بیانات

رپورٹ: سیّد نفیس مبارک ہمدانی، لاہور

اجتماعی معاہدات: معاشروں کی تشکیل کی بنیاد

یکم/ مارچ 2019ء کو حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہ نے ادارہ رحیمیہ لاہور میں خطبہ جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''معزز دوستو! دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں گزری جن میں اللہ پاک نے انبیا علیہم السلام اور مصلحین نہ بھیجے ہوں۔ بحرالکاہل سے لے کر بحرِ اوقیانوس تک تمام مہذب علاقوں اور مشہور خطوں میں لاکھوں انبیا علیہم السلام تشریف لائے ہیں۔ یہودی ہوں یا عیسائی، ہندو ہوں یا بدھ مت، مسلمان ہوں یا دیگر اقوام، ہر قوم میں انبیاؑ یا اُن کے مصلحین نے اپنی اقوام سے اُن کی ترقی اور فلاح و بہبود کے کچھ معاہدات کیے۔ اس لیے قرآن حکیم نے بھی ان میثاقوں اور معاہدات کا تذکرہ کیا ہے۔ انسانی معاشروں کی تشکیل کی بنیاد سیاسی، معاشی اور عمرانی معاہدات ہوتے ہیں۔ سب سے پہلا میثاق تو خود اللہ پاک نے حضرت آدمؑ کی پیدائش کے ساتھ ہی انسانیت سے لیا کہ کیا میں تمھارا ربّ نہیں ہوں؟ تو سب نے یہ معاہدہ کیا کہ ہاں! تو ہمارا ربّ ہے۔ (172:7) پھر اسی بنیاد پر دنیا میں انبیاؑ سے اللہ تعالیٰ نے میثاق لیا۔ (81:3) اور انبیا علیہم السلام نے بھی اللہ کی نیابت اور خلافت کے ساتھ اپنی اپنی قوموں سے معاہدات اور میثاق کیے۔ ان معاہدات کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشادِ ربانی ہے: ''اور جب ہم نے تمھارا وعدہ لیا کہ آپس میں خون نہ کرو گے اور نہ اپنوں کو اپنے وطن سے نکال دو گے، پھر تم نے اقرار کرلیا اور تم مانتے ہو۔'' (84:2) قرآن حکیم کی یہ آیتِ مبارکہ اگرچہ براہِ راست یہود و نصاریٰ سے متعلق نازل ہوئی ہے، لیکن انسانیت کو قتل سے بچانے کے لیے یہ معاہدے تمام انسانیت کے ساتھ ہیں۔

اس معاہدے کی پہلی شق یہ تھی کہ تم اپنے لوگوں کا خون نہیں بہاؤ گے۔ انسانیت کا قتلِ عام نہیں کرو گے۔ بالخصوص کسی قوم کے افراد آپس میں ایک دوسرے پر ایسی قتل و غارت گری مسلط نہیں کریں گے، جس سے انسانیت کا خون بہے۔ کسی انسانی سوسائٹی میں کوئی قوم خود اپنے ہی افراد کو قتل کرنے لگے تو وہ سوسائٹی کی تشکیل میں کیا کردار ادا کرے گی، بلکہ یہ قتلِ انسانیت تشکیل شدہ معاشرے کو بھی تباہ و برباد کردے گا۔ معاہدے کی دوسری شق یہ تھی کہ تم اپنے لوگوں کو اپنے وطن سے بے وطن نہیں کرو گے۔ یعنی نہ تو انسانوں کو قتل کیا جائے، اور نہ ہی انھیں اپنے وطن سے بے وطن کر کے انھیں مہاجر بنایا جائے۔ کسی کو اپنے ملک سے باہر کسی جنگل، کسی صحرا اور بے یار و مددگار جگہ میں پہنچا دینا، جہاں وہ مہاجر کیمپ لگا کر کھلے آسمان کے تلے زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوں، یہ دراصل اُن کا سیاسی قتل ہے۔ قرآن حکیم فرماتا ہے کہ ان دو باتوں کا میثاق ہم نے تم سے لیا اور ہر نبیؑ نے اپنی اپنی قوم سے لیا۔ تم نے ان معاہدات کو مانا اور ان کا اقرار بھی کیا۔ تمھارا ضمیر گواہ بنا کہ واقعی یہ انسانیت کے خلاف ظلم ہے کہ انسانیت کا قتل کیا جائے اور انسانی خون بہایا جائے، یا انسانوں کو بے گھر کر کے انھیں مہاجر بنا دیا جائے۔ لوگوں نے یہ تسلیم کیا کہ یہ جرم ہے اور یہ کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ ہم آئندہ اس کا ارتکاب نہیں کریں گے۔''

انسانی معاشرے میں فتنہ پھیلانا بڑا جرم

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہ نے مزید فرمایا:

''قرآن حکیم جہاں نماز روزہ اور عبادات کرنے کا تذکرہ کرتا ہے، وہاں ریاستوں اور قوموں کے سیاسی معاشی نظام کے لیے واضح اور دوٹوک حکم دیتا ہے۔ جہاد اور قتال کا حکم بھی قرآن حکیم نے اسی حوالے سے بیان کیا ہے۔ تمام انبیا علیہم السلام، حکما اور تمام اقوام کے نذیر اور مصلحین نے ظالم اور طاغوتی قوتوں کے خلاف جنگ لڑی۔ ان کی جنگ انسان دشمن، جھوٹوں اور ظالموں کے خلاف تھی۔ مسلمانوں سے بھی کہا گیا: ''اللہ کے راستے میں قتال کرو۔'' (190:2) نیز فرمایا: ''فتنہ قتل سے زیادہ سخت ہے۔'' (191:2) اس کا مطلب یہ ہے کہ جو فتنہ پرور ہو، انسانی سوسائٹی میں ظلم پیدا کرے، انسانی حقوق پامال کرے، طاغوت اور سرکش ہے، اُس کے خلاف جنگ کرو۔

قرآن کہتا ہے: ''اللہ تمھیں منع نہیں کرتا اُن لوگوں سے جو لڑے نہیں دین پر اور نکالا نہیں تم کو تمھارے گھروں سے کہ اُن سے بھلائی اور انصاف کا سلوک کرو۔'' (60:8) یعنی عقیدہ اور مذہب اگرچہ مختلف ہو، لیکن اگر اُنھوں نے تمھارا خون نہیں بہایا اور نہ ہی تمھیں بے وطن کیا اور نہ مہاجر بنایا تو تم اُن کے ساتھ دوستی لگا سکتے ہو۔ ان کے ساتھ نیکی اور بھلائی اور عدل و انصاف کا معاملہ کرسکتے ہو۔ البتہ وہ دشمن جس نے قتلِ انسانیت کا ارتکاب کیا ہو اور انسانوں کو مہاجر کیمپوں میں رہنے پر مجبور بھی کیا ہو، اس کے لیے قرآن حکیم نے دوٹوک حکم بیان کردیا کہ اللہ تعالیٰ تمھیں اُن لوگوں سے دوستی کرنے سے منع فرماتا ہے۔ (60:9) یہ درست بات نہیں کہ جو ظالم ہو، قوموں کو غلام بنائے، منڈیوں پر قبضہ کرے، انسانی حقوق توڑے، اُس کے ساتھ تم اپنے تعلقات استوار کرتے پھرو۔

قرآن حکیم کی یہ دو واضح تعلیمات ہمارے سامنے ہیں۔ ایک طرف طاغوت، کفر اور انسان دشمن سامراجی طاغوتی قوتوں کے خلاف قتال اور جہاد کا حکم ہے، مقابلے، مزاحمت اور جنگ کا حکم ہے اور دوسری طرف اُن لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کا حکم ہے، جو ایک جغرافیائی محل وقوع رکھنے والی قوم ہے، اپنے ہی ہم نسل ہیں۔ ان کے ساتھ معاہدہ ہے کہ نہ ان کا خون بہانا ہے، نہ انھیں مہاجر بنانا ہے، نہ اُن کے حقوق پامال کرنے ہیں، نہ انھیں گرفتار کرنا ہے۔ گویا قرآن حکیم نے دوٹوک حکم دے دیا کہ مظلوموں میں آپس میں اتفاق و اتحاد ہو اور سامراجی طاغوتی قوتوں کے مقابلے پر مزاحمت اور قتال ہو۔ کیوں کہ مظلوم اقوام کی آپس کی جنگ کسی طرح درست نہیں ہوتی۔ انبیا علیہم السلام، حکما اور ہر علاقے کے مصلحین کی تمام تعلیمات یہی دو بنیادی باتیں سکھاتی ہیں کہ پُرامن، مظلوم اور کمزوروں کے درمیان جنگی حکمتِ عملی اختیار کرنا، تشدد پر اُبھارنا، قتل و غارت گری کرنا، اُن کو جلاوطن کرنا، اُن کی تباہی و بربادی کے فیصلے کرنا، انھیں قیدی بنانا اور پھر خود ہی فدیہ دے کر انھیں چھڑانا، بڑے جرائم میں سے ہیں۔ جنگ اور قتال اُس طاغوتی طبقے سے ہو، جس نے ان پر غلامی اور ظلم و جہالت مسلط کی ہے۔''

www.rahimia.org

سامراجی ملکوں کا گھناؤنا کردار

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہ نے مزید فرمایا:

’’آج ہمیں ان قرآنی تعلیمات کے تناظر میں اپنا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ وہ برطانیہ اور امریکا جنھوں نے اس خطے کی اقوام کو تقسیم کر کے کشمیر کا سلگتا ہوا مسئلہ پیدا کیا، جنھوں نے گزشتہ ڈھائی سو سال میں قتلِ انسانیت کا ارتکاب کیا۔ 1757 عیسوی سے لے کر 1947ء تک اس خطے میں لاکھوں انسان قتل کیے۔ جنھوں نے ان قوموں کو آپس میں لڑا کر وطن سے بے وطن کیا۔ اس کوہِ ہمالیہ کے دامن میں بسنے والی قوموں میں جہاں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر 1947ء تک کبھی کوئی مہاجر نہیں بنا تھا، انھیں ایک جگہ سے دوسری جگہ مہاجر بننے پر مجبور کیا۔ آج اس خطے کے حکمران طبقے اُن برطانویوں اور امریکیوں سے دوستیاں لگاتے ہیں۔ غیرملکی خواتین سے شادیاں کرتے ہیں۔ وہاں کی نیشنیلٹی لیتے ہیں۔ اُن کی ایجنٹی اور آلہ کاری کرتے ہیں۔ اُن کے کہنے پر جنگیں چھیڑتے ہیں۔

آج دنیا میں عالمی سطح پر برطانیہ کو ذمہ دار قرار دیا گیا ہے کہ ہندوستان پاکستان کی تقسیم کے موقع پر کشمیر کا سلگتا ہوا مسئلہ پیدا کرنے والا برطانیہ ہے۔ کیا ہم نے اُس کے خلاف کوئی آواز بلند کی ہے؟ جہاد تو طاغوت کے خلاف ہوتا ہے۔ وہ تمام نسلیں اور برادریاں جو پاکستان میں مسلمان ہیں، وہی برادریاں اور نسلیں ہندوستان میں بستی ہیں۔ نسلیں ایک، خطہ ایک، اس کے باوجود ایک دوسرے کا خون بہایا گیا۔ پھر وہاں اور یہاں کے کشمیر میں مسلمان کے ذریعے مسلمان کا خون بہایا گیا۔ جب کہ اس مسئلہ کشمیر کو پیدا کرنے والے امریکا اور برطانیہ کے خلاف مزاحمت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے، بلکہ ان دونوں ملکوں کے حکمران طبقے امریکا اور برطانیہ جا کر اپنے فیصلے کراتے ہیں۔

پھر 1947ء سے لے کر اب تک دونوں ملکوں کے مقتدر طبقے اپنے مفادات کے لیے اس خطے کے انسانوں کی تباہی و بربادی کے فیصلے کرتے ہیں۔ وہاں کے بیوروکریٹ، جرنیل اور سیاست دان بھی امریکی یاترا کرتے ہیں۔ یہاں کے بیوروکریٹ، حکمران اور جرنیل بھی امریکا کے ساتھ یاریاں لگاتے ہیں۔ اللہ نے جن ظالموں سے لڑنے کا حکم دیا، اُن سے لڑتے نہیں۔ اور جن سے نہ لڑنے کا حکم دیا، اُن سے لڑتے ہیں۔

ہندوستان و پاکستان دونوں ملکوں میں انسان غربت و افلاس اور بھوک سے بلک رہے ہیں۔ وہاں بھی غربت کا مارا ہوا کسان احتجاج کرتا ہے۔ اُس کے تن پر کپڑا نہیں ہے۔ یہاں کا کسان بھی محتاج ہے۔ غربت کی فصل اُگ رہی ہے۔ بدامنی اور خوف ہے۔ اپنے اپنے ملکوں کے نظام درست کرنے کی یہاں کے مقتدر طبقوں میں اہلیت اور صلاحیت نہیں ہے اور ایک دوسرے سے جنگیں لڑنے کے بہانے ڈھونڈتے ہیں۔ مذہب کی تمام کتابیں اُٹھا کر دیکھ لو، تمام انبیا و مصلحین نے آپس میں لڑائی پیدا کرنے کے بجائے اُس بڑے دشمن کے خلاف جنگ لڑی، جس نے قوموں کو تباہ و برباد کیا، جو جھوٹا اور دغاباز تھا، فرعون، قارون اور ہامان صفت تھا۔‘‘

عقل و شعور سے کام لینا ضروری ہے

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہ نے مزید فرمایا:

’’قرآن حکیم ہمیں آئینہ دکھاتا ہے کہ اپنے ہی طے کیے ہوئے معاہدے کو تم توڑتے ہو۔ کیا پاکستان اور ہندوستان کے درمیان LOC پر جنگ بندی کا معاہدہ نہیں ہوا؟ اس کے باوجود تم دونوں اس معاہدے کو توڑتے ہو۔ دونوں ملکوں کے مقتدر طبقات یہ کام کرتے ہیں۔ اس طرح کے کاموں سے انسانیت کا خون بہتا اور لوگ دربدر ہوتے ہیں۔ یہ کسی مذہب میں جائز نہیں ہے۔ یہ سامراجی جنگ ہے۔ اس کا فائدہ سرمایہ داری نظام کو ہوتا ہے۔ اس خطے کے جتنے وسائل یہاں کے مقتدر طبقے اپنی عیاشی کے لیے استعمال میں لاتے ہیں، یہی وسائل اگر اس دھرتی کے تمام انسانوں کے لیے ہوں تو یہ خطہ آج امریکا اور برطانیہ سے زیادہ طاقت ور اور قوت والا بن جائے۔ اگر یہ برصغیر پاک و ہند کا خطہ ترقی کر جاتا تو امریکا کو کون گھاس ڈالتا؟ برطانیہ کی کیا حیثیت ہوتی؟ اس لیے انھوں نے اپنے ظالمانہ تسلط کو برقرار رکھنے کے لیے اس خطے کے حصے بخرے کر کے اپنے مفادات حاصل کیے۔ اب ان دونوں ممالک میں اگر جنگ ہو تو اسلحہ کس کا بکے گا؟ پاکستان نے ہندوستان کا چھ ارب باوَن کروڑ تیس لاکھ کا جہاز مار گرایا ہے۔ یہی چھ ارب اگر ہندوستان اپنے ملک کے غریبوں پر خرچ کرتا تو کم از کم وہاں کے غریب عوام کا بھلا ہوتا اور یہ اسلحہ کشمیر میں ظلم کے لیے استعمال نہ ہوتا۔

یاد رہے کہ وہ قتال جو کفر اور ظلم کے خلاف ہوتا ہے، وہ درست ہوتا ہے اور جو کفر اور ظلم کے لیے ہوتا ہے، وہی فتنہ فساد ہوتا ہے۔ ان جھگڑوں میں بڑے فخر سے مذہب کا ٹائٹل استعمال کیا جاتا ہے۔ وہاں ہندوتوا کا ٹائٹل اور یہاں اسلام کا ٹائٹل لے کر رجعت پسند مذہبی طبقے میدان میں اُترتے ہیں۔ ہندوستان میں ہندو فرقہ پرست ہندوازم کے نام پر اور پاکستان میں یہاں کے فرقہ پرست مذہبی طبقے فرقہ وارانہ مفادات کے مطابق تشریح کر کے غزوۂ ہند کے نام پر لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں۔ مذہب جو امن کے لیے آیا تھا، آج اسی مذہب کو سامراج دہشت گردی اور قتل و غارت گری پھیلانے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ سوچنے کی بات ہے۔ قرآن کہتا ہے کیا تم عقل و شعور سے کام نہیں لیتے؟ سوچتے سمجھتے نہیں ہو؟ قرآن حکیم ہمیں آئینہ دکھاتا ہے۔ افسوس کہ مسلمان قرآن نہیں پڑھتا۔ پڑھتا ہے تو اپنی خواہشات کو سامنے رکھ کر اُس کے مطابق قرآن کا مطلب نکالتا ہے۔ قرآن پڑھنے کا اصول اور ضابطہ یہ ہے کہ ذہن و دماغ کو بالکل آزاد کر کے قرآن کی آیات پر غور و فکر اور تدبر کیا جائے کہ قرآن کا بنیادی پیغام کیا ہے۔ اپنے آپ کو قرآن حکیم پر پیش کیا جائے، نہ کہ اپنی سوچ اور فکر کو قرآن پر لاگو کیا جائے اور پھر اُس کے مطابق قرآن کی تعبیر کی جائے۔ سچے اولیاء اللہ، علمائے ربانیین یہی عقل پیدا کرتے ہیں۔ عقل و شعور کو بلند کرنے والا مسلمان ہوتا ہے۔ دھوکا کھانے والا، جھوٹے اور نااہل لیڈروں کے پیچھے چلنے والا دنیا میں بھی ذلیل ہوتا ہے اور آخرت میں بھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ بوجھ نصیب فرمائے۔ آمین!‘‘

عظمت کے مینار

وسیم اعجاز، کراچی

ابوالحسن حضرت مولانا سیّد تاج محمود امروٹیؒ

حضرت مولانا سیّد تاج محمود امروٹیؒ سیّد العارفین مولانا محمد صدیق بھرچونڈویؒ کے خلفا میں نمایاں مقام کے حامل بزرگ گزرے ہیں۔ ان سے امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے بھی اخذِ فیض کیا۔ وہ خیر پور میرس کے قریب گوٹھ دیوانی میں وقت کے معروف عالمِ دین سیّد عبدالقادر شاہؒ المعروف ''بھورل شاہ'' کے ہاں 1858ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والدِ گرامی سے حاصل کی۔ عصری علوم کی تحصیل کے بعد سیّد العارفین حافظ محمد صدیق بھرچونڈویؒ کی خدمت میں پہنچے۔ خرقۂ خلافت حاصل ہونے کے بعد امروٹ شریف میں مستقل قیام فرما ہوئے اور سیّد العارفینؒ کے وصال کے بعد خانقاہ کی بنیاد رکھی۔ امروٹ شریف کے اوائل میں مولانا تاج محمودؒ کو بہت آزمائش سے گزرنا پڑا۔ عوام دینِ اسلام سے دور اور لایعنی رسومات کا شکار تھے۔ عوام و خواص کو جہالت کے ان اندھیروں سے نکالنے اور حریت و آزادی کی روح پھونکنے کے لیے انھوں نے بھرپور کردار ادا کیا۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو امروٹ شریف آنے کی دعوت دی اور دینی و قومی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے ''دارالعلوم قاسمیہ'' کے نام سے بہترین مدرسہ قائم فرمایا، جو بعد میں قومی تحریکِ آزادی کے ایک سرگرم مرکز کے طور پر منظرِ عام پر آیا۔ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ ''ذاتی ڈائری'' میں لکھتے ہیں کہ: ''شوال ۱۳۰۸ھ (مئی 1891ء) سے سیّد العارفینؒ کے دوسرے خلیفہ مولانا ابوالحسن تاج محمود صاحبؒ کے پاس امروٹ ضلع سکھر میں چلا گیا۔ انھوں نے اپنے مرشد کا وعدہ پورا کر دکھایا۔ وہ میرے لیے بہ منزلۂ باپ تھے۔''

مولانا عبیداللہ سندھیؒ امروٹ شریف میں تقریباً 10 سال تک قیام پذیر رہے۔ اس دوران حضرت امروٹیؒ نے عوام و خواص میں دینی شعور اُجاگر کرنے کے لیے مرکز میں ایک لائبریری بھی قائم فرمائی، جس سے حضرت سندھیؒ نے خوب استفادہ فرمایا۔ امروٹ شریف کے اسی مرکز میں مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے دینی کتابوں اور رسائل کی اشاعت کے لیے ایک مطبع قائم فرمایا، جس کا نام ''محمود المطابع'' رکھا۔ اس مطبع سے ماہنامہ ''ہدایۃ الاخوان'' شائع کرنا شروع کیا۔ نیز چند کتابیں بھی شائع کروائی گئیں، تاکہ عوام کو اس سے نفع ہو۔ یہ وہ دور تھا جب ضرورت اس امر کی تھی کہ عوام میں قرآن فہمی کا شعور پیدا کیا جائے، تاکہ اس سے براہِ راست رہنمائی لے کر اپنے انفرادی و اجتماعی مسائل کے حل میں اپنا کردار ادا کیا جا سکے۔ اس مقصد کے لیے ضروری تھا کہ قرآن حکیم کو عام فہم انداز میں پیش کیا جائے۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے ترجمۂ قرآن کے اصولوں پر ایک جانب حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ قرآن حکیم کا اُردو میں ترجمہ کرتے ہیں تو دوسری جانب حضرت امروٹیؒ سندھی زبان میں ترجمہ کر کے اسے سندھی پڑھنے اور سمجھنے والے مسلم و غیر مسلم سب کے لیے آسان بنا دیتے ہیں۔ قرآن حکیم کے سندھی ترجمے میں امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے حضرت امروٹیؒ کے ساتھ معاون کے طور پر کردار ادا کیا۔ اس طرح ہمارے بزرگوں میں سے ''محمود'' نام کے دونوں بزرگوں (حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اور ان کے معتمدِ خاص حضرت سیّد تاج محمود امروٹیؒ) نے تراجمِ قرآن کا حق ادا کیا۔ مولانا عبیداللہ سندھیؒ مولانا عبداللہ لغاریؒ کے ہمراہ حضرت مولانا امروٹیؒ کے تعاون ہی سے 1915ء میں کابل کی جانب روانہ ہوئے تھے۔ تحریکِ ریشمی رومال میں حضرت امروٹیؒ نے ہر ممکن جدوجہد فرمائی۔ اس دوران اس مرکز کا مسلسل رابطہ دیوبند کے مرکز سے رہا۔ آپؒ نے امروٹ اور اس کے گردونواح میں آزادی کا شعور بیدار کرنے میں نمایاں کام کیا۔ انگریز حکومت کی سی آئی ڈی رپورٹ کے مطابق: ''مولانا امروٹیؒ سندھ میں بہت زیادہ اثر ورسوخ کے مالک ہیں۔ یہ کراچی کے مولوی محمد صادق کھڈے والے کے دوست ہیں۔ خیال ہے کہ انھوں نے مولوی عبیداللہ کو کابل فرار ہونے میں مدد کی تھی۔ ان کے ہزاروں مرید ہیں، جن میں زمیندار اور سرکاری افسران بھی شامل ہیں۔ جنودِ ربانیہ یعنی خدائی فوج کی فہرست میں تاج محمود لیفٹیننٹ جنرل ہیں۔'' کمشنر کراچی نے تحریکِ ریشمی رومال میں قائدانہ کردار ادا کرنے کی پاداش میں انھیں نظر بند کر دیا، لیکن سماجی دباؤ کی وجہ سے آپؒ کو پابندِ سلاسل نہ کر سکے اور آزاد کرنا پڑا۔

وادیٔ سندھ میں تحریکِ خلافت کے فروغ میں بھی مولانا تاج محمودؒ نے بھرپور کردار ادا کیا۔ ان کا شمار تحریکِ خلافت کے بانی اراکین میں ہوتا ہے۔ 1920ء میں بمبئی کی مرکزی خلافت کمیٹی نے انھیں سندھ خلافت کمیٹی کا صدر نامزد کیا۔ اس کے علاوہ وہ جمعیت علمائے ہند کی سندھ شاخ کے صدر بھی تھے۔ تحریکِ خلافت کے سلسلے میں ایک گروہ کی جانب سے ان کو بہت مخالفت کا بھی سامنا کرنا پڑا، جن کا مقصد تحریکِ خلافت کو ناجائز قرار دینا تھا، لیکن مولانا امروٹیؒ نے مولانا دین محمد وفائیؒ اور دیگر کے تعاون سے استقامت کے ساتھ مقابلہ کیا اور رائے عامہ ہموار کی۔ تحریکِ خلافت کے مختلف اجلاسات میں شرکت کے لیے مولاناؒ نے نہ صرف سندھ میں، بلکہ سندھ سے باہر ناگ پور، بمبئی، دیوبند، دہلی اور علی گڑھ کے اسفار بھی کیے۔ تحریکِ خلافت کے ساتھ ساتھ تحریکِ عدمِ تعاون کے سلسلے میں بھی مولانا امروٹیؒ پیش پیش رہے۔ انگریزوں کے ساتھ ہر طرح کا عدمِ تعاون کرنے کے ساتھ ساتھ مولاناؒ نے اپنے دورہ جات میں اس بات پر بھی زور دیا کہ انگریزوں کی جانب سے دیے گئے تمام خطابات بھی سرکار کو واپس کر دیے جائیں۔ مولانا امروٹیؒ سندھ دھرتی میں تحریکِ ہجرت کے بھی روحِ رواں تھے۔ ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر دیگر لوگوں کے ساتھ خود بھی کابل کی جانب ہجرت کے سلسلے میں پشاور تک گئے، لیکن سیاسی حالات کی تبدیلی کے پیشِ نظر واپس آئے اور اپنے حریت و آزادی کی فکر کی ترویج کو جاری رکھا۔ سیاسی اور علمی کاموں کے ساتھ ساتھ مولاناؒ نے اس تصنیفی سلسلے کو بھی تاعمر جاری رکھا، جس کا آغاز محمود المطابع سے کیا تھا۔ آپؒ سندھی زبان کے قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ ان کی دیگر منظومات کے علاوہ ''پریت ناموں'' اور سورت یاسین کا منظوم سندھی ترجمہ عوام میں بہت مقبول ہے۔ انگریزوں نے کسی شقی القلب کے ہاتھوں مولاناؒ کو زہر دے دیا تھا، جس کے اثر سے ان کے جسم پر تکلیف دہ پھنسیاں نکل آئی تھیں۔ اسی زہر کے اثر سے یہ حریتِ وطن کے عظیم رہنما اور حضرت شیخ الہندؒ کے قریبی ساتھی 5/نومبر 1929ء کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

www.rahimia.org

بقیہ ارتفاقِ دوم؛ معاشی معاملات

[تبادلہ اشیا کی اقسام] تبادلہ اشیا کی درجِ ذیل اقسام ہیں:

(1) **(بیع:)** کسی چیز کا دوسری چیز سے براہِ راست تبادلہ ''بیع'' ہے۔

(2) **(اجارہ:)** کوئی چیز کسی دوسرے آدمی کو پیسوں کے بدلے میں نفع اٹھانے کے لیے دی جائے، یہ ''اجارہ'' (اُس چیز کا کرائے پر دینا) ہے۔

(3-4) **(ہبہ اور عاریت:)** کسی مملکت کا نظم و نسق اُس وقت تک مکمل نہیں ہوتا، جب تک کہ وہاں بسنے والے انسانوں کے درمیان باہمی محبت اور اُلفت پیدا نہ ہو۔ بسا اوقات یہ محبت اور اُلفت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ ضرورت مند کو کسی عوض اور بدلے کے بغیر کوئی چیز ہمیشہ کے استعمال کے لیے دی جائے، یا ایک مخصوص وقت تک استعمال کرنے کے لیے دی جائے۔ اس طرح دو شعبے: ''ھبہ'' (تحفے کے طور پر دینا) اور ''عاریت'' (یعنی کسی چیز کو عارضی استعمال کے لیے دینا) وجود میں آئے۔

(5) **(صدقہ و خیرات:)** کسی مملکت کا انتظام تبھی مکمل ہوتا ہے، جب وہاں فقرا اور مساکین کی خبرگیری کی جائے۔ اس طرح ''صدقہ'' کا شعبہ وجود میں آیا ہے۔

[تعاونِ باہمی کے شعبے] بہت سے اسباب کی وجہ سے سوسائٹی میں مختلف طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ بعض غیر مستقل مزاج اور بے وقوف تو بعض معیشت میں مستقل مزاج اور عقل مند، بعض فقیر تو بعض مال دار، بعض حقیر کاموں سے نفرت کرنے والے تو بعض انھیں اختیار کرنے والے، بعض اپنی ضروریات اور حاجات کے دباؤ کا شکار اور بعض ضروریات و حاجات سے فارغ ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں ہر ایک کی معیشت دوسرے کے تعاون کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتی۔ پھر باہمی تعاون کے لیے ضروری ہے کہ دونوں کے درمیان ایک معاہدہ ہوجائے اور اُس کی شرائط اور اُس پر عمل درآمد کے طریقۂ کار کو طے کرلیا جائے۔ اس طرح مزارعت، مضاربت، اجارہ، شرکت، وکالت وغیرہ کے شعبے وجود میں آئے۔

پھر کچھ مالی ضرورتوں کی وجہ سے ''مُدایَنہ'' (ایک دوسرے سے قرض لینے)، ''ودیعہ'' (امانتیں رکھوانے اور سنبھالنے) کے شعبے وجود میں آئے۔ پھر امانتوں میں خیانت اور قرض واپسی سے انکار اور ٹال مٹول جیسے امور پیش آئے تو پھر ان شعبوں میں لوگوں کو گواہ بنانے، دستاویزات تحریر کرنے، ''رہن'' رکھنے، ''کفالہ'' (کفیل مقرر کرنے) اور ''حوالہ'' (ضامن بنانے) جیسے شعبوں کی ضرورت پیش آئی۔

جیسے جیسے انسانی معاشرے ترقی کرتے جاتے ہیں، ایسے ہی تعاونِ باہمی کے مزید شعبے پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ انسانوں میں سے کوئی قوم ایسی نہیں، جو ان مذکورہ بالا معاشی معاملات کو سرانجام نہ دے رہی ہو اور ان معاملات میں عدل اور ظلم کے درمیان فرق و امتیاز نہ جانتی ہو۔ (گویا یہ تمام امور انسانوں میں متفقہ ہیں۔)

(باب فنّ المعاملات، المبحث الثّالث)

منظوم کلام

ڈاکٹر محمد اکرم رانا (پروفیسر بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان)

حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن مدظلہٗ کے لیے خراجِ تحسین

(حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن مدظلہٗ سرپرست ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور مورخہ 27/جنوری 2019ء کو بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان سے ریٹائر ہوگئے ہیں۔ شعبۂ اسلامیات کی طرف سے الوداعی عشائیے میں ڈاکٹر محمد اکرم رانا نے اُن کی خدمات کے اعتراف میں درجِ ذیل منظوم خراجِ تحسین پیش کیا۔ مدیر)

دوستو! مفتی سعید ، نئے سفر پہ روانہ ہے
ان کے لیے دعائیں ہیں ، یہ علم کا دیوانہ ہے

سالوں پہ سال گزر گئے ، ایک دانش گاہ میں
خراج ان کو پیش ان کا ، سب سے دوستانہ ہے

ان کی مسکراہٹوں کا ، تذکرہ کرتے چلیں
مسکراہٹ گر نکال دی ، باقی پھر ویرانہ ہے

ولی اللّٰہی افکار کو پھر سے تازہ کر دیا
یہ کنفرم ہو گیا ، دوام میں زمانہ ہے

ان کی بذلہ سنجی سے لطف اندوز ہوتے رہے
اَخلاق و کردار میں سخاوت رہی یگانہ

سادگی ہمیشہ ان کی یاد ہم کو آئے گی
گر قبول افتد زہے شرف و نذرانہ ہے

ہم سب مل کے آج ، کہنے الوداع ، آ ئے ہیں
یہی ہے دستور اور یوں ہی سب نے جانا ہے

علم کے موتی چنو ، چن کے انھیں بکھیر دو
یہی شراب کہن ہے ، اَسلاف کا ترانہ ہے

پھول علم کے اُگا کے ، ڈیپارٹمنٹ سجانا ہے
یہ کنفرم ہو گیا ، دوام میں زمانہ ہے

رانا کا پیغام یہ سب کے لیے ہو دل نشین
پھول علم کے اُگا کے ، ڈیپارٹمنٹ سجانا ہے

www.rahimia.org

Monthly RAHIMIA Lahore CPL No. 59

خوش خبری ......

لاہور میں روحانی تربیتی

اجتماعِ رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ/2019ء

اگلے مہینے سے رحمتوں اور برکتوں والا ماہِ رمضان المبارک شروع ہو رہا ہے۔ ہمیشہ سے اکابر اولیاء اللہ اور علمائے ربانیین کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ اس ماہِ مبارک میں پوری یکسوئی اور توجہ الی اللہ کے لیے کسی ایک ہی جگہ قیام فرما ہوتے ہیں اور اس کو صفائے باطن کے لیے بڑا اکسیر سمجھتے ہیں۔ مشائخ رائے پور اور ان سے تعلق رکھنے والے احباب کا گزشتہ تقریباً ڈیڑھ صدی سے یہ معمول چلا آ رہا ہے کہ وہ اس ماہِ مبارک میں اِنابت الی اللہ اور سالکین و طالبین کی تربیت کے لیے اجتماعی طور پر کسی ایک جگہ قیام فرما ہوتے ہیں اور رمضان المبارک کے قیمتی اوقات میں اپنی روحانی تربیت کے حوالے سے ذکر وفکر، تزکیۂ عمل اور تصفیۂ باطن کا نہایت درجہ اہتمام کرتے رہے ہیں۔

تمام مشائخ رائے پور اور حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ اپنی تمام عمر اس معمول پر مسلسل عمل پیرا رہے۔ انھی حضراتِ مشائخ کے معمول کے مطابق ان کے جانشین اور موجودہ مسند نشین خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ

ماہِ رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ (7/مئی تا 5/جون 2019ء)

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور میں قیام فرما ہوں گے۔ ان کے ساتھ حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے خلفائے کرام؛ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن، حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی، حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر، حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن مدظلہم العالی اور دیگر سینئر حضرات بھی اس اجتماع میں شریک ہوں گے اور احباب کی رہنمائی کے لیے موجود ہوں گے۔ تمام احباب سے گزارش ہے کہ اپنی اخلاقی و روحانی اور علمی ترقی کے لیے اس ماہِ مبارک میں مشائخ رائے پور کی معیت و صحبت میں وقت لگائیں۔ احباب اس روحانی اجتماع کے تربیتی معمولات اور مجالس ہائے علم و عرفان میں شرکت فرما کر دُنیوی اور اُخروی کامیابی کے لیے کوشش کریں۔ تمام احباب کو اس میں شرکت کی دعوت ہے۔

ادارہ رحیمیہ کے ریجنل مراکز میں معمولاتِ ماہِ رمضان: گزشتہ سالوں کی طرح حسبِ معمول اس سال بھی ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور کے تمام ریجنل کیمپسز کراچی، سکھر، ملتان، صادق آباد، راولپنڈی، کوئٹہ اور پشاور میں بھی ماہِ رمضان المبارک میں کیے جانے والے معمولات جاری رہیں گے۔

نوٹ: ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور میں رمضان المبارک کے اجتماع میں شرکت کے لیے ملک بھر سے آنے والے احباب ادارہ کی انتظامیہ کو اپنی آمد کے شیڈول سے مطلع فرمائیں، تاکہ انتظامات میں آسانی رہے۔

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از حضرت مفتی عبدالقدیر شعبۂ دارالافتا ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

سوال موبائل فون میں ریکارڈ شدہ قرآن پاک کی تلاوت سننے کے دوران اگر سجدۂ تلاوت کی آیت سنی جائے تو کیا سجدۂ تلاوت لازم ہوگا یا نہیں؟

جواب سجدۂ تلاوت لازم ہونے کے لیے تلاوتِ کا صحیح ہونا شرط ہے، جیسے کہ مجنون یا ناسمجھ چھوٹے بچے، یا طوطے کی تلاوت پر، صحیح تلاوت نہ ہونے کی وَجہ سے سجدہ لازم نہیں ہوتا۔ ایسے ہی صدائے بازگشت، ٹیپ ریکارڈ، ریکارڈر یا موبائل کی تلاوت سے سجدہ لازم نہیں آتا۔

سوال موبائل فون پر بجائے گھنٹی کے اگر آیۃ الکرسی یا اسمائے حسنٰی یا اللہ اکبر یا قرآن و سنت سے کوئی آیت وحدیث لگا دی جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب اللہ تعالیٰ کا نام اور اس کے اسما وصفات کا ذکر پوری توجہ اور دلوں کے ادب کے ساتھ ہونا چاہیے۔ اسی طرح قرآن وسنت سے آیات واحادیث کا ذکر بھی نصیحت حاصل کرنے اور عمل کرنے کے ارادے سے ہونا چاہیے۔ کسی بھی دُنیوی غرض سے استعمال عظمت و ادب کے منافی ہے۔ پھر بعض اوقات انسان ضروری تقاضوں کے پیش نظر بیت الخلا وغیرہ میں ہوتا ہے، جہاں اللہ و رسول یا اس کے کلام کا ذکر توہین کے مترادف ہے۔ اس لیے ان کا استعمال درست نہیں ہے۔

سوال آج کل وِیڈیو کے ذریعے تصویر بنالی جاتی ہے اور گواہی میں اس کو بہ طور شہادت استعمال میں لایا جاتا ہے۔ اس کی شرعاً کیا قانونی حیثیت ہے؟

جواب شہادت اور گواہی کی بنیاد واقعات کے عینی مشاہدے پر ہوتی ہے۔ وِیڈیو کے ذریعے تصویروں میں رد و بدل، دھوکا دہی، ملاوٹ اور تلبیس کا بہت احتمال ہوتا ہے۔ ایسے مشتبہ ذریعے کو گواہی یا فیصلے کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔ البتہ دیگر خارجی قرائن کی طرح قاضی / حاکم تحقیق کے بعد اس کو غور وفکر کے لیے بہ طور معاون ذرائع کے استعمال میں لاسکتا ہے۔

سوال موبائل میں فون کال یا میسج کے ذریعے خرید وفروخت کا کیا حکم ہے؟

جواب موبائل فون، فیکس یا خط وکتابت / میسج کے ذریعے بھی خرید وفروخت انھی شرائط کے ساتھ ہوسکتی ہے، جن شرائط کے ساتھ بالمشافہ جائز ہے، مثلاً یہ کہ مبیع اور قیمت کا تعین اور ادائیگی کی صورت اور وقت۔ البتہ سونا چاندی کی بیع یا ایک جنس کے غلہ جات کے باہمی لین دَین میں چوں کہ فوری قبضہ ضروری ہوتا ہے، بغیر کسی ایسے وکیل کے جو تبادلہ یا قیمت کی ادائیگی کے بعد قبضہ بھی کرلے، معاملہ درست نہ ہوگا۔

مدیرِ اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع وناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہ نامہ "رحیمیہ" رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ لاہور سے جاری کیا۔